

تفسير احمد

سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ
Ketabton.com

جزء - 30

سوره «الانفطار» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانی »

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورة الانفطار

پارہ (30)

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی انیس (19) آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کا "انفطار" نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان " إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ " سے اس کا آغاز ہوا ہے، سورہ انفطار مکی سورتوں میں سے ہے، اس کی آیتیں چھوٹی اور قیامت کے بارے میں ہیں، سورہ انفطار میں سب سے پہلے اس ہستی میں برپا ہونے والے انقلاب کا بتایا گیا ہے جو قیامت کو رونما ہوگا، پھر ناشکرے انسان کو تنبیہ اور ملامت کی گئی ہے، اور آخر میں منکرین کے انکار کی وجہ بیان کی گئی ہے۔

سورة الانفطار کا سورة المطففين اور سورة الانشقاق کے ساتھ تعلق اور مناسبت:

تینوں سورتوں میں قیامت کے دن اور اس کی مشکلات اور خوف و ہراس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

سورة الانفطار کی آیات کی تعداد، الفاظ، اور حروف:

اس سورت کا نام الانفطار (پھٹنا) ہے، یہ نام اس سورت کی سب سے پہلی آیت سے لیا گیا ہے، سورہ "الانفطار" مکی ہے، اس میں ایک "1" رکوع، انیس "19" آیتیں، ستر "70" الفاظ، تین سو چونتیس "334" حروف، اور ایک سو چوں "154" نقطے ہیں۔

یہ بات ذکر کرنا لازم ہے کہ علماء کے اقوال سورتوں کے حروف کی تعداد گننے میں مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں۔

قابل غور بات: اس سورت کی ابتدائی آیات قیامت کے عظیم واقعات جیسے: آسمان کا پھٹنا،

ستاروں کا بکھر جانا، قبروں کو اکھیڑنا، اور مردوں کے زندہ ہونے کے بارے میں بحث کرتی ہے۔

پھر یہ سورت انسانی افعال کا خاکہ دکھاتی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ دھوکہ کھایا ہوا انسان جو اپنے رب کو بھول گیا ہے، اور اپنے خدا سے ملنے سے انکار کرتا ہے، حیران کن صیغے اور لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر پوچھتا ہے، کس چیز نے تجھے اپنے رب کے متعلق دھوکے میں ڈالا ہے؟ وہ کیسے سوچتا ہے کہ اس کے رب نے پوچھ گچھ کا کوئی دن مقرر نہیں کیا ہے، کہ اس کے اعمال کا بدلہ اس کو دیدے؟ آخر میں نیک لوگوں کا مقام

و مرتبہ اور نافرمانوں کے بُرے انجام اور حساب و کتاب کے دن کی حالت بیان کرتی ہے۔

آیت "6" کا سبب نزول :

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے سورة الانفطار کی آیت "6" کے بارے میں نقل کیا ہے کہ، "يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا عَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ" اُبی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ابی بن خلف بن وہب بن حذاقہ بن جمع، در اصل قبیلہ قریش کی بنی جمع والی شاخ سے تعلق رکھتا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمنوں میں سے ایک تھا۔

ابی بن خلف اور اس کا بھائی دور جاہلیت میں قریش کے اشراف میں سے تھے، جو کہ پیغمبر اسلام کی دشمنی میں دوسروں سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابی کی زندگی کے دورانیے پر نظر دوڑائیں تو تکبر اور نافرمانی سے بھری ہوئی پائیں گے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ: امیہ بن خلف جب اپنے ایک غلام پر تشدد کرتا تو اُبی کہتا کہ: اس کی سزا (دوگنی کردو) بڑھادو، ابی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کینہ اور دشمنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے آغاز سے ہی عیاں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابی بن خلف کی دشمنی اس حد تک تھی کہ جب بھی اللہ کے رسول کو مکہ میں دیکھتا تو کہتا: "میں اپنے گھوڑے کی بہترین دیکھ بھال کرونگا تاکہ اس پر سوار ہو کر تجھے قتل کر دوں" وہ مشرکین کے ان سرداروں میں سے ایک تھا جو "دار الندوة" کی مجلس شوری میں شرکت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ: اُبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی میں اپنی جان اور مال پیش کیا، اور غزوہ بدر میں مشرکین کے لشکر کو کھانا کھلانے والوں میں شامل تھا۔

اُبی کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی قسم کھائی تھی، جنگ احد میں اونچی آواز سے پکارا، اے محمد! تجھے زندہ نہیں چھوڑونگا، یہ الفاظ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا جس کے نتیجے میں قتل کر دیا گیا۔

سورة الانفطار کی فضیلت:

نسائی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: کہ حضرت معاذ قوم کو نماز پڑھا رہے تھے، انہوں نے نماز لمبی کر دی، اسی دوران لوگوں میں

سے ایک بندہ جو حضرت معاذؓ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا تھا، اپنی نماز توڑی، اور مسجد کے کونے میں جا کر انفرادی طور پر نماز پڑھی، اور مسجد سے باہر چلا گیا، جب یہ خبر حضرت معاذ تک پہنچی تو انہوں نے کہا کہ فلان شخص منافق ہے، جب اس معاملے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سورة الانفطار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا السَّمَاءُ اِنْفَطَرَتْۙ ۱؎ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ اُنْتَثَرَتْۙ ۲؎ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْۙ ۳؎ وَاِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْۙ ۴؎ عَلِمْتَ نَفْسٌ مَّا قَدَّمْتَ وَاخَّرْتَۙ ۵؎ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِۙ ۶؎ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّبَكَ فَعَدَلَكَۙ ۷؎ فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَۙ ۸؎ كَلَّا بَلْ تُكْذِبُوْنَ بِالْاٰدِیْنَۙ ۹؎ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لِحٰفِظِيْنَۙ ۱۰؎ كِرٰمًا كَاتِبِيْنَۙ ۱۱؎ يَعْلَمُوْنَ مَّا تَفْعَلُوْنَۙ ۱۲؎ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍۙ ۱۳؎ وَاِنَّ الْفٰجِرَ لَفِيْ جَحِيْمٍۙ ۱۴؎ يَّصَلُّوْنَهَا يَوْمَ الدِّیْنِۙ ۱۵؎ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغٰیْبِيْنَۙ ۱۶؎ وَمَا اَدْرٰكَ مَا يَوْمَ الدِّیْنِۙ ۱۷؎ ثُمَّ مَا اَدْرٰكَ مَا يَوْمَ الدِّیْنِۙ ۱۸؎ يَوْمَ لَا تَمَلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شٰیْئًاۙ ۱۹؎ وَاَلْاَمْرُ يَوْمَیْذٍ لِلّٰهِۙ ۲۰؎

سورت کا لفظی ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
اِذَا السَّمَاءُ اِنْفَطَرَتْۙ ۱؎	جب آسمان پھٹ جائے گا (۱)
وَاِذَا الْكَوَاكِبُ اُنْتَثَرَتْۙ ۲؎	جب تارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے (۲)
وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْۙ ۳؎	اور جب دریا ابل پڑیں گے (۳)
وَاِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْۙ ۴؎	اور جب قبریں اکھیڑی جائیں گی (۴)
عَلِمْتَ نَفْسٌ مَّا قَدَّمْتَ وَاخَّرْتَۙ ۵؎	ہر شخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے چھوڑا (۵)
يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِۙ ۶؎	اے انسان! تجھ کو کس نے فریب خوردہ بنایا اپنے رب کے بارے میں (۶)
الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّبَكَ فَعَدَلَكَۙ ۷؎	وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا اور ٹھیک کیا، اور تیرے مزاج کو متعدل بنایا (۷)
فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَۙ ۸؎	اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا (۸)
كَلَّا بَلْ تُكْذِبُوْنَ بِالْاٰدِیْنَۙ ۹؎	ہرگز نہیں بلکہ تم دین کو جھٹلاتے ہو (۹)
وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لِحٰفِظِيْنَۙ ۱۰؎	حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں (۱۰)
كِرٰمًا كَاتِبِيْنَۙ ۱۱؎	معزز کاتب مقرر ہیں (۱۱)

جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں (۱۲)	يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝۱۲
بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہونگے (۱۳)	إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۝۱۳
اور بدکار لوگ ضرور دوزخ میں ہونگے (۱۴)	وَأِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۝۱۴
جزا کے دن اس میں داخل ہونگے (۱۵)	يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ۝۱۵
اور وہ اس سے غائب نہیں ہوسکیں گے (۱۶)	وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ۝۱۶
اور تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے؟ (۱۷)	وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝۱۷
پھر تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے (۱۸)؟	ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝۱۸
جس روز کوئی کسی کا اختیار نہیں رکھے گا اور حکم اس روز خداہی کا ہوگا (۱۹)	يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا ۝ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝۱۹

سورت کی تفسیر

محترم قارئین !

با برکت آیت "1 تا 8" میں قیامت کی نشانیوں، جزا و سزا، خدا کی نعمتوں سے انکار کرنے والوں کی مذمت کے بارے میں بحث ہے۔
جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں: اس سورت کا بنیادی اور اہم محور قیامت کے آنے سے پہلے ہونے والے واقعات کے سے متعلق ہے، اور اسی کی شروع میں افق اور انفس (روح) کی وسعتوں میں رونما ہونے والے واقعات کی طرف اشارہ ہے، اور لوگوں کو اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے منصوبے سے متعلق ان پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس سے آگاہ کرنا ہے کہ مواقع ضائع ہونے سے پہلے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں، اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کی نشانیوں کو بتانے کے ساتھ ساتھ ہمیں پکڑنے اور سرزنش کرنے کی بھی تنبیہ کی ہے۔

سورة الانفطار لفظ "اذا" سے شروع ہوتی ہے، جیسا کہ فرماتا ہے:

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝۱

یعنی فرشتوں کے اترنے کے لیے دروازے بنائے جائیں گے اور آسمان کا خیمہ پھٹ جائے گا، انفطار: آسمان کا پھٹ جانا اور ریزہ ریزہ ہوجانا، فرشتوں کے اترنے کے لیے ہے۔

آسمان کے پھٹنے کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پھاڑنے کا ارادہ رکھتا ہو، اور اس کے حکم سے ہی آسمان پھٹ جائے، "انفطرت" یعنی: ٹکڑے ہونے کو قبول کرنا اور اس کے حکم کے آگے سرتسلیم خم کرنا، "إِذَاسَّمَآءِ اِنْفَطَرَتْ" جب آسمان میں شگاف پڑ جائے گا اور اس کے نتیجے میں اس کا قیام اور استقرار ختم ہو جائے گا۔

وَإِذَا الْكَوَاكِبُ اُنْتَبَرَتْ ﴿٢﴾ | جب تارے ٹوٹ کر بکھر جائیں گے (٢)

دنیا کے ختم ہونے اور قیامت برپا ہونے کی نشانیوں میں سے ایک ستاروں کے نظام کا تبدیل ہونا، اور شگاف پڑ جانا اور آسمان کا لپٹنا ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اس کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ اور مختلف تعبیروں کے ساتھ اس کا ذکر ہوا ہے، کبھی اس کی تعبیر لفظ "انشقاق" سے ہوئی ہے: "إِذَاسَّمَآءِ اِنشَقَّتْ" ترجمہ: جب آسمان پھٹ جائے گا۔ (سورة انشقاق-1)

اس کے ہم معنی آیت سورہ الحاقہ میں بھی آئی ہے: "وَانشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاٰهِيَةٌ" ترجمہ: "اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن کمزور ہوگا"۔ اور سورہ فرقان کی آیت "25" میں یہی معنی معمولی فرق کے ساتھ آیا ہے: "وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ" ترجمہ: "اور جس دن آسمان ابر کے ساتھ پھٹ جائے گا"۔

ان آیات میں "سما" کا مفہوم وہ آسمانی کرہ ہے جو دنیا کے اختتام کے وقت یکے بعد دیگرے دھماکوں سے پھٹ جائے گا، لیکن بادلوں کے ساتھ پھٹ جانے سے کیا مراد ہے؟ ممکن ہے کہ آسمانوں کے ٹوٹنے سے مراد ان کے غبار کے نتیجے میں بھاری بادلوں کا نمودار ہونا ہو۔

وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿٣﴾ | اور جب دریا ابل پڑیں گے (٣)

اور جب دریاؤں کے راستے ایک دوسرے کی طرف کھل جائیں گے، میٹھا اور کھارا پانی باہم خلط ہو جائے گا اور ایک دریا کی صورت اختیار کر جائے گا۔

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ﴿٤﴾ | اور جب قبریں اکھیڑی جائیں گی (٤)

اور جب قبریں شق کر دی جائیں گی، اور مُردے قبروں سے باہر نکل آئیں گے، ہر شخص اپنا اگلا اور پچھلا عمل جان لے گا، جو شخص جہاں فوت ہوا ہو، وہیں سے اٹھے گا اور محشر کی طرف چلنے لگے گا، ان واقعات کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ انسان خواب غفلت سے بیدار ہو جائے۔

ہر شخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے چھوڑا (۵)	عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَآخَرَتِهَا ۝
--	--

اس دن انسان کے اعمال کسی کمی بیشی کے بغیر ہر عمل کا وقت مقام اور طریقہ بہترین انداز میں پیش کیا جائے گا، قیامت کے دن انسان کی استعداد بڑھ جائے گی اور وہ پچھلے تمام اعمال کو یاد کر لے گا، طبری نے کہا ہے کہ: اس دن ہر ایک شخص جان لے گا کہ اس نے کیا نیک عمل انجام دیا ہے، اور کونساں طریقہ اور سنت کی بنیاد رکھی ہے کہ اس کے بعد اس پر عمل کیاجاتا ہے؟ (طبری: 30/54).

اے انسان! تجھ کو کس نے فریب خوردہ بنایا اپنے رب کے بارے میں (۶)	يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝
--	---

یعنی: کس چیز نے تجھے مشغول رکھا اور دھوکہ دیا کہ اپنے رب کریم کا کفر کیا، وہ پروردگار جس

نے دنیا میں تیری پیدائش مکمل فرما کر تجھے حواس اور فضل بخشا، تجھے عاقل اور سمجھدار بنایا، اور تجھے روزی دی، اور ایسی نعمتیں عطا فرمائیں کہ ان میں سے کسی ایک کے انکار کرنے کی گنجائش نہیں۔ بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ: انسان کو عفو خداوندی نے مغرور کر دیا، اس لیے کہ اس ذات نے انسان کو اس کی پہلی نافرمانی اور گناہ کے مرتکب ہونے پر فوراً نہیں پکڑا اور سزا نہیں دی۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیت: يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ کی تلاوت کرتے تو فرماتے: "انسان کو اس کی جہالت نے دھوکہ دیا اور مغرور بنایا"۔

بعض مفسرین اس آیت کے شأن نزول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: یہ آیت اُبی بن خلف یا اُبی اشد بن کلدہ جمحی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "انسان سے مراد یہاں ولید بن مغیرہ ہے"

محترم قارئین:

اس آیت مبارکہ میں: بعد اس کے کہ قیامت سے متعلق بحث درمیان میں آگئی، ایک اور موضوع کو ہمارے عظیم رب نے بہت عمدہ انداز میں اٹھایا، اور انسان کو خواب غفلت سے جگانا اور اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں اس کی توجہ خدا کی طرف مبذول کرنا ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت میں انسان کی رب کی طرف توجہ اور خدا کی طرف سے عائد کردہ اس کی ذمہ داری کی طرف سب سے پہلے مخاطب

کیا گیا ہے، اور پھر سرزنش کے ساتھ سوال کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی ایک قسم فضل اور محبت کے ساتھ کھائی گئی ہے: "اے انسان! کس چیز نے تجھے اپنے رب کے بارے میں سرکش بنادیا ہے؟" غرور یا خود فریبی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے پاس جو کمالات اور امکانات رکھتا ہے ان سے مطمئن ہے، اور اپنے آپ کو سمجھدار اور مکمل سمجھتا ہے، اور وہ جدوجہد کرنا اور جاننا اور آگے بڑھنا چھوڑ دیتا ہے، اور جمود کا شکار ہو جاتا ہے۔

غرور کا مطلب ایسی خود فریبی جو مال و دولت اور غیر حقیقی اشیاء کی کشش اور دنیاوی مفادات کے ذریعے بھکادے، جو کہ انسان کو خدا کی یاد سے غافل رکھنے کا باعث بن جائے، اور اپنی روحانیت اور اپنی خوش بختی کو جو اس کا اصل سرمایہ ہے بھول جائے، اور اس کے نتیجے میں وہ ہر قسم کی اخلاقی اور ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہو جائے، جیسے تکبر اور خود غرضی وغیرہ۔

"راغب" اپنی کتاب "مفردات" میں لفظ "غرور" (غین کے فتح کے ساتھ معنی وصفی ہے) کو ہراس چیز کے معنی میں استعمال کرتا ہے، جو انسان کو دھوکے میں ڈالے یا غفلت میں رکھے، چاہے مال اور مقام ہو یا خواہش اور شیطان۔

"صاح اللغہ" میں "غرور" کے معنی اور تفسیر میں ان امور کو بتایا ہے جو انسان کو غفلت میں رکھ کر دھوکا دیتے ہیں، چاہے وہ مال و دولت ہو یا علم اور مقام وغیرہ۔

طریقی کے کہنے کے مطابق بعض ارباب لغت نے کہا ہے کہ "غرور" ہراس چیز کی محبت میں دھوکہ کھانا جو بظاہر اچھی اور خوبصورت لگتی ہو، اور پیاری بھی لگے، لیکن حقیقت میں بہت ناپسندیدہ ہو۔

ارباب لغت کے ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد کتاب "التحقیق فی کلمات قرآن الکریم" میں لکھا ہے کہ اس لفظ کا اصل معنی یہ ہے کہ: انسان کا کسی اور چیز کے اثر سے غفلت میں پڑ جانا، جس کے نتیجے میں انسان کو دھوکہ، خود فریبی، نقصان اور شکست حاصل ہوتی ہو اور بس۔

"محجة البیضاء فی تہذیب الأحياء" جس کا شمار اخلاق کی بہترین کتابوں میں ہوتا ہے، اور یہ کتاب تکملہ اور تہذیب ہے امام غزالی کے "احیاء العلوم" کی اس میں لکھا ہے کہ: غرور کی تعبیر یہ ہے کہ: ایسی چیز سے انسان کادل خوش ہو جائے جو اس کی خواہشات کے مطابق ہو، اور انسانی طبیعت کا میلان اس کی طرف ہو، یہ چیز انسان کی غلطی اور شیطان کے دھوکے سے دل میں پیدا ہوتی ہے، اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ ایک اچھا انسان ہے، اور اس میں کوئی کمزوری نہیں ہے، خواہ روحانی اعتبار سے ہو یا مادی اعتبار سے، یہ عقیدہ یا خیال اس کو غلط سوچ کے نتیجے میں

حاصل ہوتا ہے، اور وہ آدمی دھوکے میں مبتلا ہے (اسی کو اس آیت میں غرک کیا گیا ہے)، یہ اگرچہ خود کو اچھا آدمی سمجھتے ہیں، جبکہ وہ غلطی پر ہے اس لیے اکثر لوگ مغرور یعنی دھوکے میں ہیں، اگرچہ ان کے غرور اور دھوکے کے مراتب مختلف ہیں۔

وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا اور ٹھیک کیا، اور تیرے مزاج کو معتدل بنایا (۷)	الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّبَكَ فَعَدَلَكَ ﴿۷﴾
---	---

اے ناشکرے انسان! کس چیز نے تجھے اپنے بخشنے والے رب کے بارے میں دھوکے میں ڈالا ہے، اس عظیم رب نے تجھے نطفے سے بنایا، تجھے بہترین اعضاء عطا کیے، حواس خمسہ جیسی نعمت دی، جس کے ذریعے اور اس کی برکت سے سن سکتے ہو، دیکھ سکتے ہو اور سمجھ سکتے ہو۔ اس آیت مبارکہ میں انسان کی تخلیق، پیدائش، سیدھا ڈھانچہ، مساوی ساخت، اور جس اعتدال اور توازن کے ساتھ اس کی تخلیق ہوئی ہے بتایا گیا ہے۔ "فَعَدَلَكَ" (تیری خلقت کو معتدل اور درمیانہ رکھا نہ ہاتھ دوسرے ہاتھ سے لمبا ہے، اور نہ پاؤں دوسرے پاؤں سے چھوٹا وغیرہ)۔

اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا (۸)	فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ﴿۸﴾
---------------------------------------	--

اس عظیم رب نے تمہاری صورت اور ساخت سب سے بہترین اور خوبصورت ترین اور معتدل سانچے میں ڈھالی، قرآن کریم انسانی ساخت کی خوبصورتی اور اس کی شکل و صورت کے بارے میں فرماتا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿۴﴾ (سورہ تین: 4) کہ ہم نے انسان کو بہت اچھے سانچے میں پیدا کیا ہے۔

اسی طرح سورہ غافر کی آیت "64" میں فرماتا ہے: "وَصَوَّرَكُمُ فَأَحْسَنَ صُورَكُمُ" (اور تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی خوب بنائیں)۔ سورہ تغابن کی آیت "3" میں فرماتا ہے کہ: "وَصَوَّرَكُمُ فَأَحْسَنَ صُورَكُمُ" ﴿۳﴾ وَالْيَوْمِ الْمَصِيرُ ﴿۳﴾ "سورہ مؤمنون کی آیت "14" میں ہے: "فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ" ترجمہ: "تو خدا سب سے بہترین بنانیوالا بڑا بابرکت ہے" حسن صورت عبارت ہے ان اشیاء کے تناسب سے جن کی نسبت ایک دوسرے کے ساتھ ہو، اور ان اسباب کے مجموعے کا تناسب اس غرض کے ساتھ جس کے لیے اسے ایجاد کیا گیا ہے، یہ ہے حسن کا معنی، صرف ظاہری خوبصورتی نہیں، اس لیے حسن کا معنی عام ہے، جو تمام موجودات میں پایا جاتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: انسان کو سب سے خوبصورت شکل میں پیدا کیا ہے، یعنی: معتدل اور سیدھے قامت والا بنایا گیا ہے، دوسرے جانوروں کی طرح پراگندہ اور منہ کے بل جھکا ہوا نہیں۔

(تفسیر المیزان) "احسن التقویم" انسانوں کو اپنے نفس میں مکمل اور اعضاء و جوارح میں معتدل پیدا کیا ہے، جو بولنے اور پہچاننے میں اور کاموں کی تدبیر کرنے میں دوسرے موجودات سے الگ ہے (سورہ حجرات: 85)

محترم قارئین!

آیات مبارکہ 9 " تا 19 " میں موضوعات : (۱) انکار قیامت، (۲) نامہ اعمال کے کاتبین، (۳) نیک لوگوں کی جماعت، (۴) اور گنہگاروں کی جماعت کے بارے بحث کی گئی ہے۔

كَلَّا بَلْ تُكذِّبُونَ بِالَّذِينَ ﴿٩﴾ ہرگز نہیں بلکہ تم دین کو جھٹلاتے ہو (۹)

دین سے مراد: قیامت کے دن اعمال کی سزا، یا دین اسلام ہے۔
کلا: ایسا لفظ ہے جو کافر انسان کی تنبیہ اور خبردار کرنے اور اس کی سرزنش کرنے کے لیے ہے کہ انسان کو خدا جلّ جلالہ کی مہربانی اور کرم پر مغرور نہ ہو، اور یہ کہ اللہ کی نعمت اور فضل کو کفر کرنے کا وسیلہ نہ بنائے۔

قیامت کی نشانیوں کے بیان اور انسان پر اپنی نعمتوں کے گننے اور اس انسان کی طرف سے اس کا انکار اور ناشکری کے بعد اس انکار کی وجوہات جو کہ قیامت کی دن کا جھٹلانا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ﴿١٠﴾ حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں (۱۰)

یعنی: تیری تردید اور تکذیب کاکوئی فائدہ نہیں، نہ توقیامت کو موخر کر سکتا ہے، اور نہ اپنے حساب و کتاب کو روک سکتا ہے، باخبر رہو کہ تجھ پر ایسے نگہبان مقرر ہیں جو مکمل توجہ کے ساتھ تیری اور تیرے اعمال کی نگرانی کر رہے ہیں، اور تیرے اچھے اور برے اعمال کو لکھ لیتے ہیں۔

قرطبی کہتے ہیں کہ: وہ نگران فرشتے جو انسان کے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی: 245/9).

كِرَامًا كَاتِبِينَ ﴿١١﴾ معزز کاتب مقرر ہیں (۱۱)

صرف انسان کے اعمال کی یادداشت نہیں لکھتے، بلکہ اس کو اکسانے والی حرکات اور نیت اور اس کے مقصد کی بھی خبر دیتے ہیں۔

يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿١٢﴾ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں (۱۲)

یہاں رب تعالیٰ ان لوگوں سے مخاطب ہے جو روز جزاء اور قیامت اور مرنے کی بعد دوبارہ زندہ ہونے کی تکذیب اور انکار کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ فرماتا ہے: یاد رکھو: رب تعالیٰ کی طرف سے تم پر فرشتے مقرر کئے گئے ہیں، تمہارے اعمال لکھتے ہیں تا کہ قیامت کے دن ان اعمال کے حساب سے تم سے پوچھا جائے، اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ

جانتے ہیں اور لکھتے ہیں، باخبر رہو تمہاری کوئی حرکت اور نیت اور ارادہ ان سے چھپا نہیں رہتا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن الله ينهاكم عن التعري، فاستحيوا من ملائكة الله الذين معكم، الكرام الكاتبين، الذين لا يفارقونكم إلا عند ثلاث حالات: الغائط، والجنابة، والغسل، فإذا اغتسل أحدكم بالعرء فليستتر بثوبه أو بجرم حائط، أو ببعيرة" .

خدا جلّ جلالہ نے تم لوگوں کو بے لباس ہونے (ننگے) سے منع فرمایا ہے، حیاء کرو اللہ کے ان فرشتوں سے جو تمہارے ساتھ ہیں، معزز لکھنے والے، جو تین موقع کے علاوہ تم سے الگ نہیں ہوتے، قضاء حاجت کے وقت، ہمبستری کے وقت، اور نہانے کے دوران، اور جب تم میں سے کوئی شخص کھلی فضاء میں نہائے تو چاہئیے کہ اپنے کپڑے سے یا دیوار کی یا اپنے اونٹ کی آڑ لیکر نہائے۔

کیا پیغمبروں کے ساتھ بھی کراماً کاتبین ہوتے ہیں؟

شرعی نصوص کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمام انسانوں کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں، جو انسان کے حالات اور روز مرہ کے معمولات محفوظ کرتے ہیں، ان میں سے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف ہوتا ہیں۔

دائیں طرف والا انسان کی نیکیاں لکھتا ہے، اور بائیں طرف والے فرشتے کا امیر بھی ہے، بائیں طرف والے کی ذمہ داری انسان کی برائیاں لکھنے کی ہے، اور جب انسان کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو بائیں طرف والا لکھنے لگتا ہے، لیکن اس کا امیر دائیں طرف کا فرشتہ اسے روکتا ہے،

اور کہتا ہے کہ صبر کرو، اسے مہلت دو، شاید یہ توبہ کر لے۔

اور جب کوئی نیک عمل کرتا ہے تو دائیں طرف والا فرشتہ فوراً لکھتا ہے بغیر کسی وقفے اور تاخیر

کے، خداتعالیٰ فرماتا ہے: "إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۗ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ" (سورہ ق)

ترجمہ: "جب (وہ کوئی) کا کرتا ہے تو (دولکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھتے ہیں لکھتے ہیں، کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے"

لیکن اس معاملے میں کہ کیا انبیاء کے ساتھ بھی کراماً کاتبین ہوتے ہیں؟ رجوع کریں گے عبد اللہ بن مسعود کی اس حدیث کی طرف: "عن عبد الله هو ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم: ما منكم من أحد إلا وقد وكل به قرينه من الجن، وقرينه من الملائكة. قالوا: وإياك يا رسول الله قال: وإيائي، ولكن الله أعانني عليه فلا يأمرني إلا بخير" (امام أحمد): عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ساتھی جنات سے اور ایک ساتھی فرشتہ میں سے (اعمال لکھنے والا) ہے، پوچھا گیا: کیا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: یہاں تک کے میرے ساتھ بھی، لیکن خدا تعالیٰ نے اس پر میری مدد کی ہے، چنانچہ وہ خیر کے علاوہ کسی چیز کا حکم نہیں دیتا، اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمام انسان حتیٰ کہ پیغمبروں کے ساتھ بھی اعمال لکھنے والے کاتب فرشتے ہیں۔

فرشتے انسانوں کا ارادہ اور نیت بھی لکھتے ہیں

ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرشتے بنی آدم کے ارادہ اور نیت اور جو کچھ انسان کے دل میں ہے اسے لکھتے ہیں، اور کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لے تو اسے بھی لکھتے ہیں، اس لیے انسان جب اچھی نیت کرے تو اسے ثواب ملتا ہے، اور بُری نیت پر اسے سزا ہوتی ہے، کیونکہ نیت قلب کا عمل ہے، فرشتے اس بات پر مأمور ہیں کہ جب ایک انسان سن بلوغت کو پہنچتا ہے تب سے دنیا

میں جو نیت اور کردار اور گفتگو کرتا ہے دنیا سے رحلت کرنے تک سب لکھتے ہیں۔

فجر اور عصر کی نماز کا مقام و مرتبہ باقی نمازوں کی بہ نسبت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يتعاقبون عليكم ملائكة بالليل وملائكة بالنهار يجتمعون في صلاة العصر وفي صلاة الفجر... (متفق علیہ)۔

وہ فرشتے جو دن اور رات کو پے درپے تمہارے پاس آتے ہیں، ان کا ایک گروہ رات کو آتا ہے اور ایک گروہ دن کو، اور یہ گروہ فجر اور عصر میں ایک دوسرے کی ساتھ جمع ہوتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَقُرْآنَ الْفَجْرِ" **یعنی:** صبح کی نماز، اور فرماتے ہیں: "إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا" (سورۃ اسراء: 78) ترجمہ:

رات اور دن کے فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں، اور نماز میں جو قرآن کی تلاوت ہوتی ہے سنتے ہیں، اور عصر کی نماز میں بھی اکٹھے ہوتے ہیں، رب تعالیٰ انسانوں کی حالت جانتے ہوئے بھی فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ: میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ وہ کہیں گے: ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے تو نماز پڑھ رہے تھے، یعنی فرشتے جب نازل ہوتے تو ہم نماز میں تھے، عصر کی نماز ادا کر رہے تھے، اور ہمارے ساتھ عصر کی نماز میں حاضر تھے، اور پھر جب اوپر گئے تو ہم فجر کے نماز میں تھے، اس وجہ سے عصر کی نماز کو "وسطی" درمیان والی نماز کہا گیا ہے اور

رب تعالیٰ نے اس کی تاکید کی ہے: " حِفْظُوا عَلَيَّ الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ
الْوَسْطَىٰ " (سورہ بقرہ : 238)

ترجمہ: پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی کیجئے، اور خاص طور پر درمیان
والی نماز کی (یعنی عصر کی نماز) کیونکہ اس نماز میں دن اور رات کے
فرشتے جمع ہوتے ہیں۔

اسی طرح بعض مفسرین نے کہا ہے کہ: " الصَّلَاةِ الْوَسْطَىٰ " سے مراد فجر
کی نماز ہے، اس وجہ سے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد دو دن نمازیں
ہے۔

بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہونگے (۱۳)	إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿۱۳﴾
--	---------------------------------------

وہ حقیقی مؤمن اور پرہیزگار جو اچھے عمل کرتے، اپنے تمام کاموں میں
تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں "نعمتوں میں ہوں گے"
یعنی: بہشت کی نعمتوں میں ہوں گے، اور بدکار لوگ یقیناً آگ میں رہیں
گے، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ حساب و کتاب کا دن آنے والا ہے،
جس میں ہر شخص اپنے عمل کا بدلہ پائے گا، اور اپنے ٹھکانے تک پہنچے
گا۔

"الابرار" نیکی کرنے والے اور پاک دامن مؤمن ہیں، "جمع بر" وہ لوگ جو
خیر کے کام زیادہ کرتے ہیں، گناہ اور شر کے کام نہیں کرتے۔
نیکی کرنے والے دو نعمتوں کے مالک ہوں گے، "نعیم" قلبی اور جسمانی
اطمینان۔

اور بدکار لوگ ضرور دوزخ میں ہونگے (۱۴)	وَأِنَّ الْفَجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿۱۴﴾
---	--

فَجَّارٌ : فاجر کی جمع ہے، یعنی: وہ کفار جنہوں نے شریعت الہی کو ترک
کر دیا ہے، (دوزخ میں ہوں گے) اس لحاظ سے "فَجَّارٌ" سے مراد کفار ہے،
اس میں کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کرنے والے شامل نہیں ہیں۔

جزا کے دن اس میں داخل ہونگے (۱۵)	يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿۱۵﴾
----------------------------------	------------------------------------

اللہ تعالیٰ نے مکمل جزا و سزا کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے جس کا نام "یوم
الدین" رکھا ہے،

فاجر اور کافر اس دن حساب و کتاب کے بعد جہنم میں داخل ہوں گے، اور اس
کی بھڑکتی ہوئی آگ میں سختیاں جھیلیں گے اور عذاب چھکیں گے۔

"یوم الدین" کے معنی جزا، حساب اور اطاعت کے ہیں، شریعت اور قانون
کو اس لیے "دین" کہا گیا ہے کہ اس میں اطاعت، جزا اور سزا ہے، فاتحہ
الکتاب کی آیت: 4، اور حجر کے: 35، شعراء کی آیت: 82، صافات: 20،
ص: 78، ذاریات: 12، اور واقعہ: 56، المعارج: 26، مدثر: 46، مطفین

: 11، التین : 7، ماعون کی آیت : 1) میں قیامت کے دن کو "یومُ الدین" کہا گیا ہے اور قیامت کو "دین" کہا ہے۔

کیا ایسا نہیں ہے کہ قیامت کے قیام کا سب سے واضح منصوبہ اور بنیادی مقصد دین کا منصوبہ

ہے، یعنی سزا و جزا اور انسانی اعمال کا الہی حساب۔

جی ہاں! "یوم الدین" وہ دن ہے جب اعمال اور سچائیوں سے پردہ اٹھایا جائے گا، اور اعمال کا صحیح حساب ہوگا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزاء اور سزا دی جائے گی، یہ ہے "یوم الدین" کی حقیقت۔

امام رازی نے نقل کیا ہے: اموی خلیفہ سلیمان بن عبد المالک مکے کی طرف سفر کر رہے تھے، راستے میں مدینہ سے گذر ہوا اور ابو حازم سے ملاقات ہوئی تو ان سے پوچھا کہ: کل قیامت کو رب کے سامنے پیش ہونا کیسا ہے؟

ابو حازم نے کہا: نیک لوگ، اس شخص کی طرح ہیں جو سفر سے واپس اپنے خاندان کے پاس لوٹتے ہیں، جبکہ بدکار، اس بھگوڑے غلام کی طرح ہے جس کو آقا کے پاس گھسیٹتے ہوئے لایا جاتا ہے۔

راوی کہتا ہے: سلیمان رونے لگے اور کہا: اے کاش (میں جانتا) کہ اللہ سبحانہ میرے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا؟ ابو حازم نے کہا: یہ تو آسان کام ہے اپنے عمل کو قرآن کریم پر پرکھو، تب جان لوگے کہ وہ تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔

سلیمان نے کہا: آپ کی یہ نصیحت اور توصیہ قرآن کریم میں کس جگہ اور مقام پر آیا ہے؟ ابو حازم نے کہا: إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٤﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿١٤﴾ سلیمان نے کہا: اس صورت میں اللہ جلّ جلالہ کی رحمت کہاں ہے؟ ابو حازم نے جواب دیا: أَنْ رَحْمَتِ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ " (اعراف " 56) بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔

اور وہ اس سے غائب نہیں ہوسکیں گے
(۱۶)

وَمَا بُرِّحْنَا بِعَابِئِنَّ ﴿١٤﴾

نہ اتنے جلیں گے کہ خاکستر ہو جائیں اور نہ جلنے کے درد سے رہائی ملے گی، یعنی: کافر و فاجر کبھی بھی جہنم سے دور نہیں ہوں گے، اور ان کا عذاب ہلکا بھی نہیں ہوگا، بلکہ ہمیشہ کے لیے اس میں رہیں گے، دوزخ کو اللہ نے عذاب اور گرمی اور حرارت کے اعتبار سے تمام جہنمیوں کے لیے یکساں نہیں بنایا ہے، بلکہ مختلف ہے، عذاب اور حرارت کی شدت ایک جیسی نہیں ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: " إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ، وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿١٤﴾ النساء . ترجمہ: "یقین جانو کہ منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے "۔

لفظ "الدَّرَك" عرب کی لغت میں ہر اس چیز کو جو نچلے مقام پر ہو کہتے ہیں، اور "الدَّرَج" ہر اوپر والی چیز اور مرتبہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس بنا پر جنت کے لیے درجہ اور درجات اور دوزخ کے لیے درک اور دَرَکات استعمال ہوا ہے، جہنم جتنا نیچے کی طرف ہوگا اتنے ہی اس کے شعلے شدید اور گرم ہوں گے، منافقین کا حصّہ دوزخ کی آگ میں سے زیادہ ہوگا، اس لیے دوزخ کے "درک أسفل" میں ہوں گے، کبھی دوزخ کے مراتب پر لفظ "درجات" کا اطلاق بھی ہوتا ہے، رب تعالیٰ سورہ انعام میں اہل بہشت اور اہل دوزخ کے ذکر کے بعد فرماتا ہے: " وَلِكُلِّ دَرَجَاتٍ مِّمَّا عَمِلُوا " الانعام . ترجمہ: "ہر شخص (نیک ہو یا برا) کا درجہ ہے درکات اور اکرام و عزت اور ذلت اس کے عمل کے لحاظ سے ہے۔"

"أَقْمِنِ اتَّبِعِ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَهُ جَهَنَّمُ. ○ وَيُنْسِ الْمَصِيرُ ۱۶۲ ○ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ. ○ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۱۶۳ ○" (آل عمران).

"بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص ہمیشہ اللہ کی رضا پر چلنے والا ہو وہ اس شخص کی طرح ہو جو اللہ کے غضب میں گھر گیا ہو اور جس کا آخری ٹھکانہ جہنم ہو جو بدترین ٹھکانہ ہے؟ (162) اللہ کے نزدیک دونوں قسم کے آدمیوں میں درجہ فرق ہے اور اللہ سب کے اعمال پر نظر رکھتا ہے (163) "

عبدالرحمن بن زید بن مسلم فرماتے ہیں: جنت کے درجات بلندی اور دوزخ کے درجات بلندی اور پستی دونوں طرف جاتے ہیں (تخويف من النار لابن رجب: صفحہ 50).

بعض سلف سے نقل کیا گیا ہے کہ : گنہگار موحدین جو دوزخ میں جائیں گے وہ درک اعلیٰ میں ہوں گے، یہود درک دوم میں، نصاریٰ درک سوم میں، صائبین (بے دین لوگ) درک چہارم میں، مجوس درک پنجم میں، مشرکین اعراب درک ششم میں، اور منافقین درک ہفتم میں ہوں گے، بعض کتابوں میں ان درکات کے نام بھی ذکر ہوئے ہیں۔

پہلا درک: جہنم، دوسرا درک : لظی، تیسرا درک: حطمہ، چوتھا درک : سعیر، پانچواں درک : سقر، چھٹا درک: جحیم، اور ساتواں درک : ہاویہ ہے۔ لیکن لوگوں کی یہ تقسیم مذکورہ تقسیم کی بنیاد پر ٹھیک نہیں، اسی طرح دوزخ کے مراتب کے نام رکھنا بھی اس شکل پر درست نہیں ہے، جیسا کہ بیان ہوا ہے، راجح اور صحیح قول یہ ہے کہ مذکورہ اسماء بھی جہنم کے نام ہیں جیسے: جہنم، لظی، حطمہ یہ جہنم کے طبقات کے نام نہیں ہیں،

البتہ یہ مطلب کہ لوگ گناہوں کے اعتبار سے الگ اور مختلف مراتب رکھتے ہیں درست ہے۔

اور تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے؟ (۱۷)	وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝۱۷
---	---

ان آیات میں "یوم الدین" کی سب سے اہم خصوصیت رب تعالیٰ کی قدرت ہے، اللہ تعالیٰ کے اقتدار اور سلطنت کے ظہور کو یوم الدین کی اہم ترین خصوصیات میں ذکر کیا ہے، فرماتا ہے:

پھر تمہیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ہے (۱۸)؟	ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝۱۸
---	---

مطلب یہ ہے کہ قیامت کی حقیقت کوئی نہیں جان سکتا اگرچہ اسے تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، یعنی اے پیغمبر اگرچہ آپ اس آیت کے اولین مخاطب ہیں مگر اس دن کی عظمت کی حقیقت کا ادراک آپ کو بھی صرف اتنا ہی ہے کہ جتنا ہماری معیشت کا تقاضہ تھا۔

جس روز کوئی کسی کا اختیار نہیں رکھے گا اور حکم اس روز خدا ہی کا ہوگا (۱۹)	يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا ۝ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۝۱۹
--	--

سزا اور جزا کا دن، ایسا دن ہے کہ کسی کو کسی بھی چیز کا اختیار نہیں ہوگا، قیامت کا دن ایسا دن ہوگا کہ کوئی شخص کسی دوسرے (کا دفاع نہیں کرسکے گا) دفاع کرنے کی طاقت اور صلاحیت نہیں رکھے گا بلکہ، صرف اپنی نجات کی فکر میں ہوگا، اور وہ دنیا کی طرح نہیں ہے کہ ظالم اور طاقتور لوگ اپنے غلط مقاصد حاصل کرسکیں، اور جو کچھ چاہیں کرگزیں۔

" وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ " (اس روز حکم محض اللہ واحد کا ہوگا) جی ہاں! اُس دن بندوں کے درمیان فیصلہ کرنا اور تنازعات کا خاتمہ، مظلوم کا حق ظالم سے لینا، راست بازوں اور انصاف کے متلاشیوں کو بہتر انعام فراہم کرنا اور گناہگاروں کی بخشش اور درگذر کرنا یا سزا دینا، یہ سب صرف خدا کی طرف سے ہوگا اور بس۔

کوئی شخص (کوئی بھی ہو) قیامت کے دن کسی دوسرے کو فائدہ پہنچانے کا اختیار نہیں رکھے گا، وہاں پروردگار عالم کے علاوہ کوئی اور حکم جاری نہیں کرسکے گا اور نہ کوئی اور کام کرسکے گا، یعنی خدا کی کاملہ اور لامحدود قدرت کا قیامت کے دن ظہور ہوگا۔

قیامت کے دن کے بارے میں مختصر وضاحت

قرآن کریم زمین، آسمان اور انسان کی حالت کی وضاحت کرتے ہوئے قیامت کے دن کے اوصاف کے بارے میں فرماتا ہے، قیامت کا دن فرار اور بھاگنے

کا دن ہے، جس دن انسان اپنی ماں، باپ، بھائی، بہن، بیوی، اولاد اور اپنے کنبے سے بھاگے گا، اور یہ کہ ہر کوئی اپنے کام میں مصروف ہوگا، درحقیقت محشر کا دن رشتہ داروں سے قطع تعلق اور رشتے ناتے توڑنے کا دن ہے، قرآن کریم فرماتا ہے کہ حشر کے دن صرف انسانوں کے جی اٹھنے تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ اہم واقعات کا سلسلہ بھی ہے، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

1- زمین، سمندر اور پہاڑوں کی حالت

سورہ مبارکہ تکویر، زلزال، دخان، اور واقعہ کی آیات کے مطابق قیامت کے دن زمین میں شدید زلزلہ برپا ہوگا، جو کچھ زمین پر ظاہر ہے، وہ منہدم ہو جائے گا، زمین پھٹ جائے گی، اور مُردے اس سے باہر آئیں گے، تاکہ قیامت کے دن وہ جمع ہوں، دریا ایک دوسرے سے الگ ہو کر جوش مارتے ہوئے ابل پڑیں گے۔

پہاڑوں کو اپنی جگہ سے اکھاڑا جائے گا، اور وہ غیر متوازن حرکت کریں گے، اور وہ مٹی کے ڈھیر کی طرح ہو جائیں گے، اور انہیں اُون کی طرح دھنا جائے گا، وہ نرم اور لچکدار ہو جائیں گے۔

آخر میں، وہ دھول کے ذرات کی طرح منتشر ہو جائیں گے، اور یہ فلک بوس پہاڑ سراب کے سوا کچھ نہیں بچے گے۔

2- آسمان اور ستاروں کی حالت

آسمان اور ستاروں کی حالت کے بارے میں "تکویر، انفطار، طور، الرحمن" کی سورتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ آسمان کی حالت بدل جائے گی، اور ستارے جڑ سے اکھڑ جائیں گے، آسمان لہروں اور حرکتوں کی وجہ سے پارہ پارہ ہو جائے گا، اور یہ سرخ پھولوں اور مائع پگھلے ہوئے دھات کی طرح ظاہر ہو جائے گا۔

آخر کار دھوئیں میں تبدیل ہو کر لپیٹا جائے گا، سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑ جائے گی، ان کی ترتیب میں خلل پڑ جائے گا، اور زمین کی طرف پھینک دیئے جائیں گے۔

3- صور پھونکنا:

قرآنی آیات اور اسلامی روایات میں قیامت کی نشانیوں میں صور پھونکنے کا ذکر بھی ہے، اور وہ دو پھونکیں ہیں، جس میں سے ایک موت کا نفعہ ہے، جو کہ عام قیامت سے پہلے پھونکی جائے گی۔

یعنی قیامت کے برپا ہونے سے پہلے ایک ہولناک آواز تمام موجودات کے کانوں سے ٹکرائے گی جس کے نتیجے میں ان سب کی موت واقع ہوگی، اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

اور دوسرا نفعہ زندگی کا ہے، قیامت قائم ہوگی اور دنیا کا منظر خدا کے نور سے منور ہو جائے گا، اور تمام انسان حتیٰ کہ حیوانات بھی ایک لمحے میں زندہ کئے جائیں گے۔

قرآن کریم سورہ زمر کی آیت "68" میں صور پھونکنے کے بارے ارشاد ہے: اور صور پھونکا جائے گا، پھر وہ سب مرجائیں گے جو آسمان اور زمین میں ہیں، سوائے ان کے جن کو خدا چاہے گا، پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا، اچانک سب کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھنے لگیں گے۔

قیامت کی صفات

قرآن کریم نے قیامت کے دن کے لیے مختلف نام اور صفات ذکر کی ہیں، جن میں سے ہر ایک سچائی پر دلالت کرتی ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

1- وقوع پذیر ہونے والی اور ناقابل تردید ہے:

قرآن کریم نے سورہ واقعہ کی آیت "2" اور سورہ حج کی آیت "7" میں قیامت کو ایک ایسی چیز قرار دیا ہے جس کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

2- قریب ہونا

سورہ معارج کی آیت "7" میں قیامت کو قریب کہا گیا ہے، بعض تعبیرات میں لفظ "عَدَّ" یعنی:

"کل" کے ساتھ ذکر ہوا ہے، جیسے سورہ حشر کی آیت "18" میں۔

3- قیامت کا حق ہونا:

سورہ نبا کی آیت "39" میں قیامت کے دن کو برحق کہا گیا ہے، اور وہ ایسا دن ہوگا جس میں خالص حق کا ظہور ہوگا، اور باطل کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی، ہر ایک کو اس کا بدلہ ملے گا۔

4- بڑی (عظیم) خبر:

سورہ "ص" کی آیت "67" سورہ یونس کی آیت "15" اور (سورہ ہود کی آیت "3") میں قیامت کو بڑی خبر کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے، اور "عظیم دن" بھی کہا ہے، کیونکہ اس میں بڑے بڑے واقعات رونما ہوں گے، اسی طرح (روز کبیر) بڑا دن بھی کہا ہے۔

5- پکار کا دن:

محشر کے دن کے منظر کو پکار کا دن اور "یوم التناد" کہتے ہیں، یہ نام اس لیے ہے کہ جہنمی لوگ اس دن جنتیوں کو پکاریں گے (سورہ اعراف : 50)۔

6- بوڑھا کرنے والا:

قیامت وہ دن ہے جس میں بچے اور نوجوان بوڑھے ہو جائیں گے، اس کی

وجہ شاید اس دن کی طوالت اور رونما ہونے والے واقعات ہیں۔ (سورہ مزمل آیت 17)۔

رازوں کا افشاء ہو جانا

قیامت کے دن انسانوں کے تمام راز اور اعمال کھل جائیں گے، اور مؤمن و بدکار اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے، اور انسانوں کے اعمال نامے کھل جائیں گے، ایک ایسا اعمال نامہ جس میں تمام اعمال درج ہوں گے، اور ہر شخص اپنے کیے ہوئے ہر اچھے اور بُرے عمل کو دیکھے گا، (سورہ طارق آیت "9" اور سورہ تکویر آیت "10")۔

فرشتوں پر ایمان لانا واجب :

اسلام کے اصول پنجگانہ میں سے ایک فرشتوں پر ایمان لانا ہے، کچھ فرشتے وہ ہیں جن کے نام رب تعالیٰ نے ہمیں بتائے ہیں، جیسے: جبرائیل، میکائیل، اور مالک جو جہنم کا نگران ہے، "ونادوا یا مالکُ ليقض علينا ربُّک" (سورۃ الزخرف : 77)۔

جہنمی لوگ مالک جو جہنم کا نگران ہے کو پکار کر کہیں گے: "اے مالک! اپنے پروردگار سے کہدے کہ ہمیں موت دیدے تاکہ ہم مرجائیں اور سکون حاصل کریں۔"

تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان فرشتوں پر ایمان لائیں، چاہے وہ فرشتے ہوں جن کے نام ذکر ہوئے، یا وہ جن کے نام ذکر نہیں ہوئے، اور ان کے ان عمل اور ذمہ داریوں پر بھی جن کو یہ فرشتے اللہ کے حکم کے مطابق انجام دیتے ہیں، اور ایسے فرشتے بھی ہیں آسمان میں جو اپنے رب کی عبادت، رکوع اور سجود میں مصروف ہیں، اور آسمان میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے مگر وہاں پر کوئی نہ کوئی فرشتہ رکوع اور سجدے کی حالت میں ہے، اور ایسے فرشتے بھی ہیں جن کے بارے میں رب کے علاوہ کسی کو کوئی علم نہیں ہے۔

ہم اجمالی طور پر ان فرشتوں پر ایمان لاتے ہیں جن کے ناموں کا ذکر نہیں کیا گیا، اور ان فرشتوں پر جن کے نام ذکر کیے گئے ہیں تفصیل کے ساتھ، اور ان سے محبت کرتے ہیں، اور یہ وہ فرشتے ہیں جو بنی آدم کو نیکی اور خیر کی نصیحت کرتے ہیں، اور نیکی کام حکم کرتے ہیں، اور ان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں، جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا." (ترجمہ: "عرش الہی کے حامل فرشتے، اور وہ جو عرش کے گرد و پیش حاضر رہتے ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہیں، اس

پر ایمان رکھتے ہیں، اور ایمان لانے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں"۔

انسان کی زندگی میں فرشتوں پر ایمان کی نشانی اور اثرات:

فرشتوں پر ایمان لانا انسانوں کی روز مرہ زندگی میں اہم کردار اور اثر رکھتا ہے، کیونکہ جب کوئی انسان محسوس کرتا ہے کہ اس کا پیچھا کیا جا رہا ہے، یا اس کی نگرانی کی جا رہی ہے، تو وہ اپنی زندگی میں محتاط رہے گا۔

اگر وہ جان لے کہ ایسے فرشتے اس پر مأمور ہیں جو دن رات اس کی نگرانی کر رہے ہیں، اس صورت میں وہ زیادہ احتیاط کرے گا، جیسا کہ دنیاوی امور میں ایسا کرتا ہے، جب انسان محسوس کرتا ہے کہ اس کا پیچھا کیا جا رہا ہے، تو وہ احتیاط سے قدم اٹھا تا ہے، اس لیے ہمیں فرشتوں کی نگرانی کے معاملے میں بھی محتاط رہنا چاہیئے۔

دنیا میں نگرانی اور جاسوسی کرنے والوں کو انسان کم از کم دیکھ سکتا ہے، اور خود کو ان سے چھپا بھی سکتا ہے، جبکہ فرشتوں کی نگرانی اور نظر سے خود کو پوشیدہ اور مخفی رکھنا یا راہ فرار اختیار کرنا بہت ہی مشکل بلکہ ناممکن کام ہے، انسان ان فرشتوں کی نگرانی اور نظروں سے بھاگ نہیں سکتا، فرشتے انسان کا ہر جگہ پیچھا کرتے ہیں، اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں، رب تعالیٰ نے ان کو یہ قدرت و صلاحیت دی ہے کہ جہاں رب تعالیٰ ان کو پہنچنے کا حکم فرمائے یہ وہاں پہنچ جاتے ہیں، اس لیے رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝۱۰ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝۱۱** (سورۃ الانفطار)۔

خدا نے یہ اس لیے کہا تا کہ ہم اپنا خیال رکھیں اور اپنے اعمال کی پابندی کریں۔

فرشتوں پر ایمان کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان اپنے بُرے قول و فعل میں محتاط رہے گا، تا کہ اس کے خلاف کچھ نہ لکھا جائے، نہیں تو قیامت کے دن اسے عذاب دیا جائیگا۔

فرشتوں کے اعمال اور شیطان کے اعمال میں کیا فرق ہے؟

1- فرشتے رب تعالیٰ کی تسبیح، تقدیس اور شکر ادا کرتے ہیں، اور زمین والوں کے لیے طلب استغفار کرتے ہیں، اور وہ بنی آدم کے لیے خدا تعالیٰ کی سب سے زیادہ خیر خواہ مخلوقات میں سے ہیں، جبکہ شیاطین بنی آدم کے لیے سب سے زیادہ خیانت کرنے والی مخلوقات میں سے ہیں، اس لیے کہ شیاطین نے بنی آدم کو گمراہ کرنے اور دھوکہ دینے کے لیے

جس قدر وہ کرسکتے ہیں عہد کر رکھا ہے، تاکہ بنی آدم کو ہلاکت میں ڈال دے۔

2 - فرشتے نیکی اور اچھائی کی طرف بلاتے ہیں، اور شیاطین بُرائی اور فساد کا حکم دیتے ہیں، چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ" ۳۶ ﴿﴾ "ترجمہ: "اور جو شخص رحمن کے ذکر سے غفلت برتتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔"

پھر جو لوگ قرآن سے منہ موڑتے ہیں اور اسے پیٹھ پیچھے ڈالتے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے، اس طرح کہ ایک شیطان کو اس پر مقرر اور مسلط کر کے اس کا ساتھی بنا دیتا ہے، تاکہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے، اسی طرح رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَأَنَّهُمْ لَيَصْدُوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ" ۳۷ ﴿﴾ "ترجمہ: "یہ شیاطین ان لوگوں کو راہ راست پر آنے سے روکتے ہیں، جبکہ وہ اپنی جگہ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک جا رہے ہیں" ۳۷ ﴿﴾ "آخر کار جب یہ شخص ہمارے ہاں پہنچے گا تو اپنے شیطان سے کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب جتنی دوری ہوتی تو بدترین ساتھی ہے" ۳۸ ﴿﴾۔

اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا کوئی چیز انسان کو شیطان سے دور نہیں رکھ سکتی۔

3 - یہ کہ خدا کا ذکر شیطان کو اس سے دور کر دیتا ہے اور فرشتے اس کے قریب ہوتے ہیں، اسی وجہ سے شیطان کو "الوسواس الخناس" کہا جاتا ہے، اور جب بھی انسان ذکر خداوندی کو ترک کر دیتا ہے تو شیطان اس کی طرف آتا ہے، اور جب خدا کی یاد میں مشغول ہو تو فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ: (ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسونہ بینہم إلا نزلت علیہم السکینة و غشیتہم الرحمة و حفتہم الملائكة و ذکرہم اللہ فیمن عنده). (مسلم).

ترجمہ: "جب بھی لوگوں کا ایک گروہ خدا کے گھروں میں سے کسی ایک مسجد میں اکھٹا ہو جاتا ہے، تاکہ خدا کی کتاب قرآن مجید پڑھ لیں اور اس کے اسباق ایک دوسرے کو سکھائیں تو ان کے دلوں پر سکون نازل ہوتا ہے، اور خدا کی محبت اور رحمت ان کا احاطہ کرتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اور خدا انہیں اپنے ساتھ والوں کے سامنے یاد کرتا ہے۔"

علماء کرام کی ایک بڑی تعداد نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے استنباط کرتے ہوئے فرشتوں میں سے کسی ایک کے مذاق اڑانے یا استہزا کرنے کو کفری عمل قرار دیا ہے۔

ملائک کا مذاق اڑانا:

جیسا کہ ہم کہتے آئے ہیں: فرشتوں پر ایمان لانا اور ان کی تعظیم و احترام کرنا ایمان کے

ارکان میں سے ہے؛ لہذا فرشتوں کا مذاق اڑانا یا تمسخر کرنا شریعت کی رو سے ناجائز ہے، اور جو شخص ایسا کرے وہ کفری عمل کا مرتکب ہوتا ہے، اور وہ کافر ہوجاتا ہے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ جو لوگ ایسا کام کرتے ہیں تو یہ عمل ایک شخص کے اسلام سے خارج ہونے کی وجہ اور مرتد ہونے کا سبب بنتا ہے۔

سورہ توبہ کی آیت (65 اور 66) سے علماء نے استنباط کیا ہے: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أِبَاهُ اللَّهِ وَآيَتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِنَّ نَعْفَ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ يُعَذِّبُ طَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾ "ترجمہ: اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے، کہو کیا تم خدا اور اسکی آیتوں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہنسی کرتے تھے؟ (65) بھانے مت بناؤ، تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو، اگر تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دینگے، کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں (66)

جلیل القدر عالم ابن حزم فرماتے ہیں:

نص شرعی سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص خداتعالیٰ کو یا کسی فرشتے یا انبیاء علیہم السلام یا

قرآن کریم کی کسی آیت کو یا دینی فرائض میں سے کسی ایک فریضہ کا مذاق اڑائے یا تمسخر کرے، اگر اس پر حجت تمام ہو چکی ہے تو وہ کافر ہے، کیونکہ یہ سارے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی طرف سے وحی ہے، (الفصل فی الملل والاهواء والنحل: 143/3).

پھر کہا: جو کوئی خدا کو گالی دے یا مذاق اڑائے یا کسی فرشتے کا مذاق اڑائے یا استہزا کرے، یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دے یا مذاق اڑائے، یا قرآن کریم کی کسی بھی آیت کا مذاق اڑائے یا گالی دے، وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے کافر اور مرتد ہوجائیگا، اور اس پر مرتد کا حکم جاری ہوگا، اللہ کی شریعت اور قرآن کریم سب خدا کی آیات ہیں۔ (المحلی : 413 / 11).

ابن نجیم حنفی کہتے ہیں کہ: فرشتوں میں سے کسی ایک پر اعتراض کرنے یا اسے ہلکا سمجھنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے، (البحرائق: 131/5) حتیٰ کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ: آدمی ایسے ہر لفظ سے کافر ہو جاتا ہے، جس سے استہزاء اور تمسخر محسوس ہوتا ہو، جیسا کہ ابن نجیم نے کہا ہے: اگر کوئی دوسرے سے کہے: میرا دیکھنا تیری طرف ملک الموت کے دیکھنے کی طرح ہے، بعض اہل علم نے اکثریت کے برخلاف کہا ہے کہ اس طرح کہنے سے بھی کافر ہو جاتا ہے۔

وہ جگہیں جہاں فرشتے جاتے ہیں:

ایسے فرشتے ہیں جو دنیا میں گھومتے اور سفر کرتے ہیں، اور ذکر اور درس کے حلقے اور مجالس تلاش کرتے ہیں، اگر کسی ایسے حلقے کو دیکھیں جس میں ذکر اور درس ہو رہا ہو تو کہتے ہیں کہ اوہمیں اپنی ضرورت مل گئی، ذکر کے حلقے بہت سارے ہیں مثال کے طور پر:

1- تلاوت قرآن، پس جس نے قرآن کی تلاوت کی اس نے خدا کا ذکر پورا کیا۔

2- جس نے نماز پڑھی اس نے خدا کا ذکر کیا۔

3- جس نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تہلیل، تکبیر، استغفار اور شکر ادا کیا اس نے خدا کا ذکر کیا، اس صورت میں فرشتے ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں جبکہ شیاطین ان سے دور ہو جاتے ہیں۔

4- جس نے علمی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اس کے لیے مجالس تشکیل دیئے تاکہ علم سیکھیں تو اس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، فرشتے اس کے چاروں طرف جمع ہو جاتے ہیں۔

وہ جگہیں جہاں شیاطین جاتے ہیں:

1- جو اپنا وقت بے مقصد ضائع کرتے ہیں، جیسا کہ: موسیقی، گیت اور فحاشی، ڈانس اور گانے وغیرہ کی محفل، شیاطین ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں جبکہ فرشتے ان سے دور ہو جاتے ہیں۔

2- جو جاندار اشیاء کی تصاویر گھر میں لٹکاتے ہیں، فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: "إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ" (متفق علیہ)۔ ترجمہ: "جس گھر میں کُتا اور تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے" رحمت والے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوں گے جس میں تصویر ہو۔

بنی نوع انسان کے ساتھ شیطان کی دشمنی کی تاریخ

قرآن کے فرمان کے مطابق شیطان انسان کے ساتھ ایک طویل تاریخ رکھتا ہے، جیسا کہ قرآن عظیم اس سلسلے میں کہتا ہے: "إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ

عَدُوًّا ۝ إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ " (سورہ فاطر آیت 6) ترجمہ: "شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں ہوں۔"

ہم نے کہا کہ شیطان کی انسان سے دشمنی کی تاریخ طویل ہے، یہ شیطان ہی تھا جس نے اپنی مکاری اور چالاکی سے آدم اور حوا کو ورغلا کر جنت سے نکالا: "كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ" (سورہ اعراف: 27) تمام لوگوں کے سامنے یہ اعلان کر دیا جائے کہ شیطان ایک خطرناک دشمن ہے اور ایسی جگہ ہے کہ اسے دیکھا نہیں جاسکتا، جبکہ وہ تمہیں دیکھتا ہے: "إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۝" اسلامی روایات میں واضح طور پر کھا گیا ہے کہ شیطان ایسا دشمن ہے جس نے قسم کھائی تھی، "فَبِعِزَّتِكَ" اور وہ ہر طرف سے حملہ کرتا ہے: "مَنْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ" (سورہ اعراف: 17) لوگوں کو منحرف کرنے کے لیے اس کا ذریعہ غربت کا وعدہ اور فحشاء پر اکسانا ہے: "الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ۝" (سورہ بقرہ: 268) وہ لوگوں کو جہنمی بنانے کے علاوہ کسی بات پر راضی نہیں ہوتا: "إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝"

صدق الله العظيم وصدق رسوله نبی الکریم

ترجمہ و تفسیر «سورة الانطار»

تتبع ونگارش: امین الدین «سعیدی - سعید افغانی»

مدیر مرکز مطالعات ستراتژیکی افغان

و مسؤل مرکز فرهنگي د حق لاره- جرمني

ادرس: saidafghani@hotmail.com

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**